جلد ۲۹ | ۱۰ شہادت ۱۳۲۰ ہش | ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ | ۱۰ اپریل ۱۹۴۱ء | نمبر ۸۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

بعض شکایات اور ان کے جوابات

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۸۔ مارچ ۱۹۴۱ء

مرتبہ شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر۔

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج میرے پاس ایک دوست نے

کچھ شکایات

بھجوائی ہیں۔ جو ایک ناظر کے متعلق ہیں ان کا کچھ حصہ تو ذاتی ہے۔ اور کچھ دفتری دفتری شکایات کے متعلق قاعدہ یہ ہے، کہ اگر کوئی کارکن اپنے افسر کے فیصلہ کے خلاف اپیل کرنا چاہے۔ تو صدر انجمن احمدیہ کے پاس کرے۔ اور اس کے فیصلہ کے خلاف اپیل کرنا چاہے۔ تو خلیفہ وقت کے پاس کر سکتا ہے۔ خلیفہ کے پاس اپیل کے متعلق قواعد سے بھی بعض لوگ واقف نہیں۔ اور میں نے دیکھا ہے۔ بعض کارکن بھی انجمن کے فیصلہ کے خلاف اپیل براہ راست مجھے بھیجدیتے ہیں حالانکہ

قاعدہ یہ ہے

ایسی اپیل بھی انجمن کے واسطہ سے آنی چاہیئے۔ بعض خیال کرتے ہیں، کہ انجمن چونکہ خلاف فیصلہ کر چکی ہے اس لئے مثلاً اپنے فیصلہ کے خلاف اپیل میرے پاس نہ پہونچنے دے۔ اور روک دے۔ حالانکہ قانون یہ ہے۔ کہ وہ ایسی اپیل کو روک نہیں سکتی۔ اس کی وساطت سے آنے کے معنے صرف یہ ہیں۔ کہ وہ اپنا جواب بھی ساتھ شامل کرے۔ اور وقت ضائع نہ ہو۔ ورنہ صدر انجمن کو یہ اختیار نہیں ہے۔ کہ وہ میرے پاس کسی اپیل کو آنے سے روک دے۔ اور کہدے کہ ہم یہ اپیل اوپر نہیں بھیجتے۔

اس دوست کی شکایات کا جو حصہ دفتری ہے۔ اس کے متعلق تو نہ میں کچھ کہہ سکتا ہوں۔ اور نہ کہنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ خلاف قاعدہ بھی ہے۔ اور اس کا تعلق دوسروں کے ساتھ بھی نہیں۔ مگر

بعض باتیں

ایسی ہیں۔ کہ ممکن ہے۔ بعض اور لوگوں کے دلوں میں بھی ویسے خیالات ہوں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ خطبہ میں ان کے متعلق بعض باتیں بیان کردوں۔

ایک شکایت

یہ ہے۔ کہ ایک ناظر نے مسجد میں فلاں آدمی سے کہا۔ کہ میرے پیر دبا دو۔ اگر تو یہ شکایت ہوتی۔ کہ ناظر جہاں بیٹھتے ہیں۔ لوگوں کو اکٹھا کر لیتے ہیں۔ کہ آؤ ہمارے پیر دباؤ تو یقیناً یہ قابل اعتراض بات تھی۔ اور میرے لئے اس کے تدارک کا فکر کرنا لازمی ہوتا۔ لیکن کسی ایک ناظر کا ایک مرتبہ کسی خاص شخص سے ایسا کہنا ایک ایسی بات ہے۔ کہ میری سمجھ میں نہیں آسکتا۔ کہ اس میں شکایت کی کیا بات ہے

دبوانے کا رواج

ہمارے ملک میں عام ہے۔ بیمار بھی دبواتے ہیں۔ دوستوں کو دوست اپنی خوشی سے بھی دباتے ہیں۔ ہم نے سینکڑوں کو ایک دوسرے کو دباتے دیکھا ہے۔ جو شکایت کی گئی ہے۔ ممکن ہے۔ جس سے کہا ہو۔ وہ ناظر کا دوست ہی ہو یا اس کے ساتھ اور کسی رنگ میں ایسے تعلقات ہوں۔ کہ دبانے کو کہدیا۔ ناظر، قطع نظر اس سے کہ وہ ناظر ہے انسان بھی ہے۔ اور ہر

انسان کے دوست

ہوتے ہیں۔ دوست دوستوں کو دباتے بھی ہیں۔ ملنے والے بھی دبا دیتے ہیں۔ ایک آدمی کمزور ہوتا ہے۔ تو بعض دفعہ دوسرے سے کہدیتا ہے۔ کہ مجھے ذرا دبا دو۔ ہم نے تو

بیسیوں دفعہ

دیکھا ہے۔ کہ ایک شخص دوسرے سے کہدیتا ہے۔ کہ میری کمر میں درد ہے۔ ذرا دبا دو۔ اس میں تکبر حکومت کا رعب۔

ناجائز دباؤ

یا نظارت کا کوئی تعلق نہیں۔ اور اس میں شکائت کا کوئی پہلو میں نہیں سمجھ سکا۔ ہاں اگر تو وہ ناظر یا دوسرے ناظر جہاں بیٹھیں لوگوں کو بلائیں۔ کہ آکر ہمیں دباؤ تو شکائت کی بات ہے۔ یا ایسے لوگوں سے دبوائیں جن سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو۔ صرف ناظر ہونے کی وجہ سے وہ احمدیوں کو دبوانے کو کہیں۔ تب بھی ان کا یہ رویہ قابل اعتراض کہلا سکتا ہے۔ مگر جو بات عام انسان کرتے ہیں۔ ویسے ہی حالات میں وہ بات ایک ناظر کے متعلق شکائت کیونکر بن سکتی ہے۔ ایک زمیندار ڈنٹر پیلتا ہے۔ تو کسی دوست سے کہہ دیتا ہے مجھے مالش کردو۔ اسی طرح لوگ ہر روز ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ مگر اس میں نہ کوئی ناجائز دباؤ ہے نہ تکبر ہے۔ اور نہ حکومت کے رعب کی کوئی بات ہے۔ کسی ناظر کا دوست ہو۔ واقف ہو یا اس سے اور کوئی دین کا تعلق ہو۔ اسے اگر اس نے کہہ دیا۔ کہ ذرا میرے پیر دبا دو۔ تو یہ کوئی

شکائت کی بات

نہیں۔ اس شخص نے اس ناظر کا بھی ایک ہی ایسا واقعہ لکھا ہے۔ گویا ساری عمر میں اس نے ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی شخص سے ایسا کہا۔ اور یہ بات بھی دو سال کی ہے۔ اسے شکائت کا رنگ دینا ایسی بات ہے۔ جو میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ اگر یہ تکبر ہے تو اس سے کوئی بھی خالی نہیں شائد ہزار میں سے ایک ہو۔ جو کبھی بھی اپنے دوستوں یا واقفوں سے ایسی خدمت نہ لیتا ہو۔ طبیعت خراب ہو۔ تو بیویاں خاوندوں کو دباتی ہیں۔ اور خاوند بیویوں کو۔ سینکڑوں مرتبہ میری بیوی نے مجھے دبایا ہوگا۔ اور بیسیوں مرتبہ میں نے ان کو دبایا ہوگا۔ دوست دوستوں سے یہ سلوک کرتے ہیں۔ اور اگر یہ سلوک نہ رہے تو انسان انسان نہیں بلکہ وحشی بن جائے۔ انسانوں کے انسانوں سے تعلقات ہوتے ہیں۔ کیا ایسا ہونا چاہیئے کہ جو ناظر بن جائے۔ وہ ہر ایک کو کتے کی طرح بھونکتا پھرے۔ ہم اسے تکبر سے تو روک سکتے ہیں۔ مگر

انسانیت سے خارج

نہیں کرسکتے۔ وہ بھی اسی طرح کا انسان ہے جیسے دوسرے اور اسے بھی اپنے دوستوں سے خدمت لینے۔ فائدہ اٹھانے یا فائدہ پہونچانے کا اسی طرح حق ہے۔ جیسے دوسرے انسانوں کو۔ اس میں نہ کوئی تذلیل ہے نہ تحقیر۔ ساری دنیا میں یہ کام ہو رہا ہے۔ بچہ ماں باپ سے ماں باپ بچوں سے۔ دوست دوستوں سے چھوٹے بھی اور بڑے بھی اس قسم کے سلوک ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ اس میں اعتراض کی کوئی بات نہیں بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان سے اگر خدمت نہ لی جائے۔ تو وہ ہتک اور تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ یہاں

بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی

ہیں۔ میں جب سے ان کو جانتا ہوں میں نے دیکھا ہے۔ کہ ان کو دوستوں کی خدمت کا شوق اور جوش ہے۔ اب تو یہاں کی آبادی وسیع ہو گئی ہے۔ اور حالت بدل گئی ہے۔ مگر جب یہاں احمدی تھوڑے تھے۔ مجھے یاد ہے کوئی شادی بیاہ ہو۔ یا اور کوئی تقریب ہو۔ بھائی جی وہاں خدمت کے لئے موجود ہوتے۔ اور دوست بھی ان سے کہتے کہ بھائی جی یہ کام کر دیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ یہاں متواضع صرف وہی تھے۔ باقی سب متکبر تھے۔ بلکہ ان میں

خدمت کرنے کی خواہش اور شوق

تھا۔ اور وہ اسے حقیقی بھائی ہونے کی علامت سمجھتے۔ اور لوگ بھی اپنے کام کے لئے یا ان کے دلی شوق کو دیکھتے ہوئے ان سے کہہ دیتے۔ سالہا سال تک یہی حالت رہی۔ کہ کوئی مجلس ہو یا کوئی دعوت ہو۔ بھائی جی وہاں کھڑے کام کر رہے ہیں۔ ان کی طبیعت کا میلان اسی طرف ہے۔ کہ وہ

خدمت کے رنگ میں

دوستوں سے سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ اور لوگ بھی ان سے جوش یا اپنے کام کے لئے ان کو کہہ دیتے تھے میں مسجد میں بیٹھتا ہوں۔ تو بیسیوں لوگ دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان کو اس سے روکا جائے۔ تو وہ تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ ایسے لوگ خدمت کرنے کو

تکلیف اور ہتک

نہیں سمجھتے۔ بلکہ اگر ان کو اس سے روکا جائے تو ہتک سمجھتے۔ اور تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ آج کل تو میں نے دعوتیں بند کی ہوئی ہیں۔ مگر پھر بھی بعض لوگ خط لکھتے رہتے ہیں۔ اور پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ کہ ضرور منظور کریں۔ اور میں کہتا ہوں۔ کہ اگر ایک کی منظور کروں تو دوسرے کو کیا جواب دوں۔ دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو اسے کہوں۔ کہ فلاں شخص

اخلاص میں بہت بڑھا ہوا

تھا۔ اس لئے اس کی دعوت منظور کرلی۔ اور یا یہ کہ وہ منافق تھا۔ اس لئے منظور کرلی۔ کہ اسے ابتلاء نہ آئے اور دونوں صورتیں دونوں میں سے ایک کے لئے تکلیف دہ ہیں۔ اس لئے میں نے یہ سلسلہ ہی بند کیا ہوا ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی میرا جسمانی رشتہ دار بھی ہو۔ بعض لوگ اس پر بھی اعتراض کر دیتے ہیں۔ کہ آپ فلاں رشتہ دار کے ہاں گئے تھے۔ ان کو معلوم نہیں۔ کہ رشتہ داروں کے بھی اللہ تعالےٰ نے حقوق رکھے ہیں۔ اور روحانی و جسمانی دونوں رشتے جہاں ہوں۔ وہاں رشتہ داری کے لحاظ سے بعض حقوق بھی ادا کرنے ضروری ہیں۔ اور ان پر

اعتراض کرنا نادانی ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ہاں روز جاتے تھے۔ مگر کیا دوسرے لوگوں کے ہاں بھی روز جاتے تھے۔ جس طرح دوسرے لوگ بیٹوں کی خدمت کرتے ہیں۔ میرا بھی فرض ہے۔ کہ اپنے بیٹوں کی خدمت کروں۔ اور اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔ قریبی رشتہ داروں سے حسن سلوک صلہ رحمی میں داخل ہے جس کا اسلام نے خاص طور پر حکم دیا ہے اور اس لئے میں مجبور ہوں۔ کہ ان کو مستثنٰی رکھوں۔ جو لوگ مجھے دعوت دیتے ہیں وہ کھانا کھلانے کے لئے ہی دیتے ہیں مجھ سے کچھ مانگتے تو نہیں۔ زیادہ نہیں تو مجھ پر دو تین آنے تو ضرور خرچ ہوتے ہوں گے۔ مگر ان کو یہ

خرچ کرنے میں زیادہ راحت ملتی ہے

اور نہ کرنے میں تکلیف۔ اب اگر کوئی یہ شور مچانے لگے۔ کہ بڑا اندھیر ہوگیا

مدینۃ المسیح

قادیان ۸ شہادت ۱۳۲۰ ہش۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق سوا نو بجے شب کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے حضور کی طبیعت اچھی ہے۔ الحمدللہ

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت ناساز ہے۔ نیز حرم اول حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو بخار پیچش اور کان کے درد کی وجہ سے تکلیف ہے۔ احباب صحت کاملہ کے لئے دعا کریں:۔

چوہدری محمد اسحٰق صاحب سیالکوٹی جو تحریک جدید کے ماتحت تبلیغ اسلام کے لئے ۲۷ ستمبر ۱۹۳۷ء کو ہانگ کانگ گئے تھے۔ آج صبح کی گاڑی سے بخیر و عافیت واپس آگئے ہیں۔ اسٹیشن پر بہت سے اصحاب آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ جہاں تحریک جدید کی طرف سے جناب خانصاحب مولوی ذوالفقار علی خانصاحب نے اور

آپ نے فلاں شخص کی دعوت منظور کر کے اس کا خرچ زیادہ کرا دیا - تو یہ اس کی حماقت ہوگی - یہاں ایک غریب احمدی تھا - وہ سالہا سال میرے پیچھے پڑا رہا - کہ میری دعوت منظور کریں - اور میں ٹالتا رہا - تا اسے تکلیف نہ ہو - مگر پھر میں نے محسوس کیا - کہ اسے یہ احساس ہو رہا ہے - کہ اس کی غربت کی وجہ سے میں انکار کرتا ہوں - اس لئے میں مان گیا - اس کے مکان پر گیا - اس بیچارے کے ہاں کوئی سامان وغیرہ بھی نہ تھا - چٹائی تھی - جس پر اس نے مجھے بٹھا دیا - میرے اکیلے کی دعوت تھی - اس نے ایک کٹورے میں سالن لا کر میرے آگے رکھ دیا - میں جب کھا کر باہر نکلا - تو دروازہ پر ہی ایک دوست مل گئے ان کو اعتراض کرنے کی ہمیشہ عادت تھی - کہنے لگے - کہ آپ ایسے

غریبوں کی دعوت

بھی قبول کر لیتے ہیں - ان کا مطلب یہ تھا - کہ آپ نے اس غریب پر خواہ مخواہ بوجھ ڈالا ہے - حالانکہ وہ کئی سال پیچھے پڑا رہا - اور میں ٹالتا رہا - اور پھر جب اس کے اندر یہ احساس پیدا ہوا - کہ غریب سمجھ کر میں نہیں مانتا تو میں اس کے ہاں گیا - مگر باہر نکلتے ہی اس دوسرے دوست نے اعتراض کر دیا - کہ آپ ایسے غریبوں کی دعوت بھی مان لیتے ہیں - میں نے کہا - کہ ہاں ماننی پڑ ہی جاتی ہے ؛

تو دیکھو دونوں کے نقطۂ نگاہ میں کتنا اختلاف ہے - ایک میرے نہ ماننے سے تکلیف محسوس کرتا تھا - اور دوسرے نے ماننے کو قابل اعتراض سمجھ لیا - اور میں دونوں کو تو خوش نہیں کر سکتا تھا ایک کو ہی کر سکتا تھا - تو ایسے اعتراضات عقل کے خلاف ہیں - انسانوں کے ساتھ انسانوں کے تعلقات ہوتے ہی ہیں - اور ناظر بھی انسان ہیں - ناظر بنتے ہی کوئی شخص جانور تو نہیں بن جاتا ہاں اگر یہ ثابت ہو - کہ ناظر جہاں بیٹھتے ہیں - لوگوں کو اکٹھا کرتے ہیں - کہ آؤ - ہمارے پیر دباؤ - تو اعتراض کی بات ہو سکتا ہے - مگر کسی ناظر کا ایک مرتبہ کسی ایسے شخص کو جس پر ممکن ہے اس کے احسان ہوں - ایسا کہنا کوئی شکایت کی بات نہیں ؛

دوسری شکایت

یہ ہے - کہ اس ناظر نے فلاں کلرک کے متعلق کہا - کہ وہ خود کاغذ لے کر آئے اور میرے سامنے خود پیش کرے - اب تو یہ بات ظاہر ہو چکی ہے - اس لئے میں بتا دیتا ہوں - کہ یہ جھگڑا میرے تک آ چکا ہے - اور اس کا فیصلہ میں نے ہی کیا تھا - میرے نزدیک کسی کلرک کو یہ حق نہیں - کہ وہ کہے - کہ ناظر چپڑاسی بھیج کر کاغذ منگوا لیا کرے - میں خود لے جا کر پیش نہیں کروں گا - بعض دفعہ ان کاغذات میں سے کوئی بات سمجھنے والی ہوتی ہے - اور کلرک جس نے وہ کام کیا ہو وہی سمجھا سکتا ہے ؛

پس یہ بات عقل کے بالکل خلاف ہے - کہ کاغذات چپڑاسی لے جائے اور کلرک خود پیش نہ کرے - بعض دفعہ میرے پاس بعض کاغذات آتے ہیں - اور میں کہتا ہوں - کہ ناظر اعلیٰ خود پیش کریں - کیونکہ سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ناظر کو بھی کوئی کاغذ سمجھنے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے - وہ عالم الغیب تو ہوتا نہیں - اور سمجھا بھی وہی سکتا ہے - جس کے ہاتھ سے کاغذ نکلا ہو اور اس پر کسی کلرک کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں - میرے پاس یہ معاملہ آیا تھا - اور میں نے ہی یہ فیصلہ کیا تھا کہ اگر ناظر ضروری سمجھتا تھا - تو کلرک کو ضرور جانا چاہیئے تھا - ایسی باتوں کو ہتک سمجھنے والے کے لئے دفتر میں کام کرنے کی ضرورت نہیں - اسے چاہیئے - کہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے - ایسی باتوں کو ہتک سمجھنے والا دفتر میں کام کرنے کا اہل نہیں ؛

ایک اور شکایت

یہ کی گئی ہے - کہ ایک دفعہ فلاں شخص دفتر میں بیٹھا تھا - یہ ناظر وہاں آیا - اور اس سے کہا - کہ تم کھڑے کیوں نہیں ہوئے جس شخص کے متعلق یہ واقعہ ہے - وہ آج کل میرے ہی ماتحت ایک جگہ ملازم ہے - بلکہ میری ہی زمین پر ہے - اس لئے گویا میرا ہی ملازم ہے - میں نہیں کہہ سکتا - کہ اس واقعہ کے وقت وہ دفتر میں ملازم تھا - یا نہیں - اگر وہ ملازم نہ تھا - اور ناظر نے یہ بات اسے کہی تو تکبر سے کام لیا - ناظروں کے لئے میرا یہ حکم ہے - کہ اگر کوئی ان سے ملنے آئے - تو کھڑے ہوں - دوسروں کو نہیں - اور کسی ناظر کا کسی مہمان سے یہ کہنا کہ تم کھڑے کیوں نہیں ہوئے تکبر اور

آداب کے خلاف

ہے - لیکن اگر وہ شخص اس وقت انجمن کے دفتر میں کلرک تھا - تو پھر اگر ایسا کہا - تو درست کہا - یا تو ہم جماعتی لحاظ سے یہ فیصلہ کر دیں - کہ کسی کا کسی کی تنظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز نہیں - اور یہ شرک ہے - ورنہ ہمیں یہ ماننا پڑے گا - کہ افسر کے آنے پر کھڑا ہونا چاہیئے - ورنہ نظام قائم نہیں رہ سکتا -

+ بعض علماء کا خیال ہے - کہ کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز نہیں اور کہ یہ شرک ہے -

قاضی امیر حسین صاحب مرحوم

بھی اسے شرک سمجھتے تھے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے - تو دوست تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے - مگر قاضی صاحب مرحوم اسے شرک کہتے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے تو نہیں مگر بعد میں دوستوں کو الگ الگ اس سے روکتے تھے -

ایک دفعہ آپ نے میری معرفت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ پیغام بھجوایا - کہ یہ

شرک کی بات

ہے - آپ اس کو روک دیں - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیغام سنکر فرمایا - کہ قاضی صاحب سے کہہ دو - کہ بعض شرک ایسے ہوتے ہیں - کہ نیت ہو یا نہ ہو - وہ شرک ہی رہتے ہیں - اور بعض کام نیت کے ساتھ شرک بنتے ہیں - اور تعظیماً کھڑا ہونا ان شرکوں میں سے نہیں - کہ نیت ہو - یا نہ ہو - یہ شرک بن جائے - بعض شرک بے شک ایسے ہیں - کہ نیت کے بغیر بھی شرک ہی رہتے ہیں - مثلاً کسی

انسان کو سجدہ کرنا

یا گیارھویں دینا وغیرہ - مگر تعظیم کے لئے کھڑا ہونا ایسی بات نہیں - کہ نیت کے بغیر بھی شرک ہو جائے - یہ شرک اس وقت ہوتا ہے - جب ارادہ مشرکانہ ہو - محض محبت سے مجبور ہو کر شرک کے ارادہ اور نیت کے بغیر آپ ہی آپ کسی فعل کے سرزد ہونے کا نام شرک نہیں رکھا جا سکتا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا - کہ قاضی صاحب سے کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ بے اختیار مونہہ پر پڑا - جیسے پیٹا جاتا ہے - مگر معاً آپ کو یاد آ گیا - کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے - اور آپ فوراً رک گئیں - اور ان کے اس ہاتھ مارنے کو گناہ قرار نہیں دیا جا سکتا - کیونکہ یہ ایک

غیر ارادی فعل

تھا - جسے آپ نے خیال آتے ہی معاً چھوڑ دیا - پس اگر کوئی شخص یہ خیال کئے بغیر کہ اس انسان کے اندر خدائی صفات جلوہ گر ہیں - ملکی دستور کے مطابق تعظیم کے لئے بے اختیار کھڑا ہوتا ہے تو یہ شرک نہیں - بلکہ آداب اور نیکی کا طریق ہے - میں نے یہ جواب قاضی صاحب کو پہونچا دیا - اور وہ خاموش ہو گئے - مگر ان کے دل میں یہ بات کھٹکتی رہی +

میرا اپنا طریق

یہ ہے - کہ مجھے کوئی بھی ملنے آئے میں کھڑا ہوتا ہوں -

بعض اوقات نومسلم دوست جو پہلے چوہڑے تھے ملنے آتے ہیں۔ اور میں ان کے لئے بھی کھڑا ہوا ہوں۔ کوئی چپڑاسی بھی آئے۔ اس کے لئے بھی کھڑا ہوتا ہوں۔ وہی میرے دفتر کا کلرک جو روز کاغذات پیش کرتا ہے۔ اور ضرورتاً عرصہ تک کھڑا رہتا ہے۔ جب کسی ذاتی کام کے لئے ملنے آئے تو میں کھڑا ہو جاتا ہوں۔ کاغذات دکھانے کے وقت تو وہ کھڑا رہتا ہے۔ کیونکہ سامنے بیٹھ جائے۔ تو کاغذات دکھا نہیں سکتا۔ اس لئے پہلو میں کھڑا ہو کر دکھاتا ہے۔ مگر وہی جب کسی ذاتی بات کے لئے آئے تو میں ضرور کھڑا ہوتا ہوں ہزاروں لوگ مجھ سے ملتے ہیں۔ کوئی بتائے کہ کبھی ایسا ہوا ہو۔ کہ مجھ سے کوئی ملنے آیا۔ اور میں کھڑا نہ ہوا ہوں۔ سوائے اس کے کہ میں حد سے زیادہ بیمار ہوں۔ اور کھڑا نہ ہو سکوں۔ اور ایسے مواقع بھی ساری عمر میں پانچ سات ہی آئے ہوں گے۔ یا پھر جلسہ کے موقعہ کے کہ ہزاروں آدمی ملنے والے ہوتے ہیں۔ اور اس پر عمل ناممکن ہوتا ہے۔ تو یہ ایک آداب کا طریق ہے۔ اور اس سے توجہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے ناظروں کو بھی میرا یہی حکم ہے۔ کہ کسی کے آنے پر وہ اٹھ کر اسے ملیں۔ اور اس لئے اگر افسر کے آنے پر کلرک کھڑا نہیں ہوتا۔ تو افسر کے اسے پوچھنے پر شکایت کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کے لئے تو کھڑا ہونا زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ وہ ناظر اس کا بھائی بھی ہے۔ اور افسر بھی۔ اس لئے اسے تو بلا کسی دغدغہ کے کھڑا ہونا چاہیئے ہاں اگر ہم جماعتی طور پر یہ قرار دیدیں۔ کہ کسی کے لئے کھڑا نہیں ہونا چاہیئے۔ تو اور بات ہے۔ لیکن جبکہ یہ ایک

آداب کا طریق

ہے جس پر عمل ہوتا ہے تو افسر کے آنے پر جو کلرک کھڑا نہیں ہوتا۔ اگر وہ نادانستہ طور پر ایسا کرتا ہے تو بے سمجھ ہے اور اگر دانستہ کرتا ہے تو گستاخ ہے۔ اور ناظر نے اگر اسے ٹوکا تو درست کیا اور اس کا اعتراض جائز تھا۔ خصوصاً جبکہ میں نے ناظروں کو بھی یہ ہدائت کی ہوئی ہے۔ کہ کھڑے ہوں۔ تا یہ احساس پیدا ہو۔ کہ ناظر اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھتے۔ اور جبکہ میں ہر ایک کے لئے کھڑا ہوتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اگر کوئی کلرک کام کے لئے اپنے افسر کے پاس کھڑا ہونے کو ہتک سمجھتا ہے تو وہ بے وقوف ہے۔ ایک اور شکایت یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے اس ناظر کو سلام نہ کیا۔ تو اس نے اسے کہا کہ

تم نے سلام کیوں نہیں کیا

اگر یہ بات درست ہے تو یہ یقیناً تکبر نہیں تو ناظر کی بے وقوفی ضرور ہے۔ وہ لوگوں سے زبردستی سلام نہیں کرا سکتا میں خود سیر کے لئے جاتا ہوں۔ اور میں نے دیکھا ہے۔ کہ اگر پچاس آدمی رستہ میں ملتے ہیں۔ تو ان میں سے ۲۵ سلام کرتے ہیں۔ اور ۲۵ نہیں۔ اگر آدمی ہر ایک سے پوچھتا پھرے۔ کہ تم نے سلام کیوں نہیں کیا۔ تو وہ تو پاگل ہو جائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی ہے۔ کہ تم کسی کو پہچانو یا نہ پہچانو۔ اسے السلام علیکم کہو۔ مگر اس میں کیا شک ہے۔ کہ اس حکم کا نہ اس قدر وسیع مفہوم ہے۔ اور نہ مسلمان ایسا وسیع عمل اس پر کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں۔ کہ اس حکم کی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ بعض دفعہ خیال بھی نہیں ہوتا۔ کہ کوئی پاس سے گزر گیا ہے۔ اور جب ہم اپنے خیال میں بعض دفعہ گزر جاتے ہیں۔ اور دوسرے کو دیکھتے بھی نہیں۔ تو دوسرے کے متعلق یہ خیال کیوں نہ کریں۔ کہ وہ بھی اپنے خیال میں گزر گیا ہوگا۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ میں سیر کے لئے جاتا ہوں تو کئی دفعہ بعض لوگ پاس سے گزر جاتے ہیں۔ اور مجھے پتہ بھی نہیں لگتا۔ اور کسی کے بتانے سے علم ہوتا ہے۔ کہ فلاں شخص گیا ہے۔ اگر میری یہ حالت ہو سکتی ہے۔ تو دوسرے کی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ خیال کرنا کہ دوسرا ضرور سلام کرے ورنہ وہ گستاخ ہے بے وقوفی کی بات ہے۔ اس صورت میں ناظر خود ہی سلام کیوں نہ کر دیں۔ اور اس طرح دوسروں کے لئے نمونہ بنیں۔ یہاں ایک شخص تھا جو دماغی مریض تھا۔ اور اسے یہ خیال تھا۔ کہ میں بڑا آدمی ہوں اور کسی کو سلام نہیں کہتا تھا۔ بعض دوستوں نے مجھے بتایا کہ وہ کسی کو سلام نہیں کہتا تو میں نے ان سے کہا۔ کہ تم خود اسے کیوں سلام نہیں کہہ دیتے۔ میں نے پہلے تو اس بات کا کوئی خیال نہ کیا تھا۔ مگر اس شکائت کے بعد غور کیا۔ تو دیکھا کہ وہ میرے پاس سے بھی گزرا اور سلام نہ کہا۔ اس پر میں نے یہ کیا۔ کہ جب وہ میرے سامنے آتا۔ میں خود السلام علیکم کہتا۔ اور تین چار بار ایسا کرنے کے بعد میں نے دیکھا۔ کہ وہ جونہی سامنے آتا۔ فوراً السلام علیکم کہہ دیتا۔ تو اگر کوئی شخص سلام نہیں کہتا۔ تو ناظر خود کیوں نہ اسے سلام کہیں۔ خدا تعالےٰ نے ہم کو معلم بنایا ہے۔ اور

ہمارا کام ہے کہ دوسروں کو اخلاق سکھائیں

یہ کیا کہ کوئی سلام نہ کرے تو اسے پکڑیں۔ کہ کیوں تم نے سلام نہیں کیا۔ اگر یہ شکائت صحیح ہے تو اسے میں ناظر کی غلطی سمجھتا ہوں۔ اور یہ ایسی غلطی ہے۔ کہ اس خطہ کو پڑھتے ہوئے بھی مجھے تو شرم سے پسینہ آگیا۔ کہ اسے یہ جرأت کیونکر ہوئی۔ کہ کسی سے ایسی بات کہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کسی سے کہا جائے۔ کہ میری دعوت کر دو یہ نہائت

ادنیٰ اور ذلیل بات

ہے۔ اور اس معاملہ میں ناظر کی اتنی غلطی ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے بھی مجھے شرم محسوس ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام سب کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں۔ اگر کوئی دوسرا عمل نہیں کرتا۔ تو خود کیوں نہ کریں۔ یہ احکام دوسروں کے لئے ہی نہیں بلکہ ہمارے لئے بھی ہیں۔ اگر تو آپ کا یہ حکم ہوتا۔ کہ ضرور چھوٹا سلام کرے۔ بڑا نہ کرے۔ تو ہم مجبور ہوتے۔ کہ عمر یا درجہ یا علم میں جو چھوٹا ہو اس کو سلام نہ کرنے پر پوچھیں۔ کہ تم نے کیوں عمل نہیں کیا۔ مگر جب چھوٹے بڑے سب کے لئے یکساں حکم ہے تو یہ کیوں امید رکھیں۔ کہ دوسرا کرے ہم نہ کریں نیکی میں خود ابتدا کیوں نہ کریں صحابہ تو

نیکی میں پہل

کرنے کا اس قدر خیال رکھتے تھے۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کسی بات پر آپس میں لڑ پڑے۔ وہ تو بھائی بھائی تھے مگر بعض دفعہ کوئی جھگڑے کی بات ہو جاتی ہے حضرت امام حسینؓ کی طبیعت تیز تھی۔ ان سے سختی ہو گئی۔ اور امام حسن برداشت کر گئے۔ رات کو کسی ذکر پر ایک صحابی نے بیان کیا۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ اگر کوئی اپنے بھائی سے صلح کرنے میں پہل کرے تو وہ پانسو سال پہلے جنت میں جائے گا۔ یہ بات سنتے ہی حضرت امام حسن اٹھے۔ اور راتوں رات امام حسین کے مکان پر پہنچے۔ اور دستک دی۔ امام حسین باہر آئے۔ اور پوچھا کہ بھائی اس وقت کیسے آئے۔ امام حسن نے کہا۔ کہ

معافی مانگنے آیا ہوں

یہ سنکر ان کے دل میں بھی ندامت محسوس ہوئی۔ اور کہا کہ معافی تو مجھے مانگنی چاہیئے تھی۔ مگر امام حسن نے کہا کہ ابھی میں نے یہ حدیث سنی تھی۔ اور مجھے خیال آیا۔ کہ سختی بھی آپ نے کی تھی۔ اب ایسا نہ ہو کہ معافی مانگنے کا ثواب بھی آپ ہی لے جائیں۔ اس لئے میں معافی مانگنے آگیا ہوں۔ تو نیکی اس طرح قائم نہیں ہو سکتی۔ کہ جہاں دونوں کو حکم ہو۔ وہاں بھی ہم دوسرے کو پکڑ کر کہیں۔ کہ تم نے اس حکم پر عمل کیوں نہیں کیا۔ اور خود نہ کریں۔ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کے متعلق آتا ہے کہ یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا کہ وہ ایسی تعریف کرانا چاہتے ہیں۔ جس پر خود عمل نہیں کرتے۔ دوسرے پر بھی اسی بات کا اثر ہو سکتا ہے۔ جس پر اپنا عمل ہو۔ اگر کوئی غریب آدمی کسی امیر کو کہے۔ کہ آپ زکوٰۃ کیوں نہیں دیتے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ تم خود کیوں نہیں دیتے بلکہ اس پر اس نصیحت کا اثر ہوگا۔ لیکن اگر کوئی ایسا شخص جس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ خود تو نہ دے۔ مگر دوسرے سے کہے کہ کیوں نہیں دیتے۔

تو وہ یہی کہے گا۔ کہ تم خود کیوں نہیں دیتے پس اس ناظر کو اگر کسی نے سلام نہیں کہا تھا۔ تو بجائے اس کے کہ اس پر اعتراض کرتا۔ اُسے چاہیئے تھا۔ کہ خود سلام کہنے میں پہل کرتا کیونکہ

سلام کرنیکا حکم دونوں کیلئے یکساں ہے،

مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شعر سنا ہوا ہے۔ کہ

وہ نہ آئے تو تو ہی چل اے میر
تیری کیا اِس میں شان گھٹتی ہے

اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ایک بھائی نہیں مانتا۔ تو کیوں نہ ہم خود اس پر عمل کریں۔ پس اگر شکایت درست ہے۔ تو یہ نفس عقل کے خلاف اور اخلاق سے گرا ہوا ہے۔ یہ کہیں حکم نہیں کہ سلام صرف چھوٹا کرے بڑا نہ کرے۔ اگر ماتحت نے نہیں کیا تو افسر خود پہلے کر دے۔ میرا اپنا یہ طریق ہے۔ کہ جب خیال ہوتا ہے تو میں خود پہلے سلام کہہ دیتا ہوں۔ بعض دفعہ خیال نہیں ہوتا۔ تو دوسرا کر دیتا ہے ایسی باتوں میں ناظروں کو اعتراض کرنے کی بجائے خود نمونہ بننا چاہیئے۔

ایک اور شکایت مجھے امور عامہ کے واسطہ سے پوہنچی ہے۔ اس کے متعلق بھی میں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ کسی شخص نے کہا ہے۔ کہ

یہاں انصاف نہیں ہوتا

ایک ہی جرم پر بعض لوگوں کو سزا ہو جاتی ہے۔ اور بعض کو نہیں ہوتی۔ فلاں آدمی نے یہی جرم کیا۔ تو اسے سزا نہیں ہوئی۔ اور فلاں کو ہو گئی۔ ایسے اعتراض بھی کئی لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایسے اعتراض کرنے والے در اصل انسانیت کے سمجھنے سے عاری ہوتے ہیں۔ یہ اگر جرم ہے۔ تو یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ہؤا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کے زمانہ میں بھی ہؤا۔ اور ہمیشہ ہوتا جائیگا ہر ایک کو ایک ہی جرم پر سزا دینا انصاف کے لئے ضروری نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے بھی کسی کو سزا دے دیتا ہے اور کسی کو معاف کر دیتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ کسی کو سزا نہ دینا رحم کی بات ہے۔ ناانصافی نہیں۔ بعض اوقات بعض مصالح یا کسی حکمت کی بناء پر ایسا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ اور کہا یا رسول اللہ! آپ نے فلاں شخص کو مال دیدیا۔ اور فلاں کو نہیں دیا۔ حالانکہ وہ بھی مومن ہے۔ آپ یہ سنکر خاموش رہے۔ اس نے پھر کہا۔ یا رسول اللہ! آپ نے فلاں شخص کو مال دیا اور فلاں کو نہیں دیا۔ حالانکہ وہ اس سے اچھا مومن ہے۔ مگر آپ پھر خاموش رہے۔ اور اس نے پھر تیسری بار یہی اعتراض دہرایا۔ اور کہا کہ فلاں شخص جسے آپ نے مال نہیں دیا۔ فلاں سے جسے دیدیا۔ اچھا مومن ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ضروری نہیں۔ کہ میں ایمان کی وجہ سے کسی کو مال دوں۔ میں بعض اوقات کمزوروں کو مال دیدیتا ہوں۔ تا وہ ڈگمگا نہ جائیں۔ فتح مکّہ کے موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اموال تقسیم کئے۔ تو بعض

مکّہ والوں کو بڑے بڑے گلّے دیدیئے

کسی کو سو اونٹ کسی کو پچاس کسی کو بیس۔ اور وہ انہیں لے کر خوش ہو کر چلے گئے۔ ایک نوجوان آیا۔ اور آپکی پشت کی طرف تلوار ٹیک کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ خدا کی قسم اس تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر میں انصاف نہیں کرتا۔ تو دنیا میں اور کون انصاف کرے گا۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہونگے۔ کہ وہ منہ سے قرآن کریم پڑھینگے۔ مگر وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اتریگا۔ وہ نمازیں پڑھیں گے۔ مگر وہ نمازیں ان کے لئے لعنت کا موجب ہونگی۔ ان سے

اسلام میں تفرقہ اور بغاوت

پیدا ہوگی۔ حضرت عمرؓ اس وقت شائد پرے بیٹھے تھے۔ یا شائد بعد میں آئے اور یہ بات سنی تو تلوار کھینچ لی۔ کہ میں اس شخص کو قتل کر دونگا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا کہ اسلام میں تفرقہ پیدا کرنے والی جنگ ہوگی۔ اور اس میں یہ شخص پکڑا جائیگا۔ تو اس کے بازو پر گوشت کا لوتھڑا ہوگا۔ جیسے عورت کا پستان ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اُسے مارنے کا ارادہ کیا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اُسے بچانا تھا۔ اس لئے وہ حضرت عمرؓ کو ملا نہیں اور آخر اس کی لاش جنگ صفین کے بعد ملی۔ تو اس کے بازو پر بالکل عورت کے پستان کی طرح گوشت کا لوتھڑا پایا گیا تو نظاموں اور سلسلوں کا کام چلانے کے لئے بعض حکمتوں کو مدّ نظر رکھنا پڑتا ہے جنکو مدنظر رکھنا خلیفہ کا فرض ہے۔ ورنہ خلافت کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی اگر ہر ایک کو سزا ہی دینی ہو۔ تو خلیفہ کی کیا ضرورت ہے۔ اس کیلئے تو مشین ہی کافی ہے خلیفہ کی ضرورت تو یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ مصلحت اور حکمت کو دیکھتا ہے۔ اگر وہ دیکھے کہ ایسے جرائم میں جن کے لئے حد شرعی مقرر نہیں یا دوسروں کے حقوق تلف نہیں ہوتے کسی کو سزا نہ دینے میں سلسلہ کا کوئی نقصان نہیں اور اس کا ایمان بچتا ہے۔ تو اُسے

سزا نہ دینا ناانصافی نہیں

بلکہ اگر کسی کو مال دینے میں سلسلہ کا نقصان نہ ہو اور کسی کا ایمان سلامت رہے۔ تو مال دیدینا بھی کوئی ناانصافی نہیں۔ پس سزا نہ دینا اور کسی کو معاف کر دینا شرعاً جائز ہے سامانہ کا ایک شخص آجکل لوگوں میں یہ پروپیگنڈا کرتا پھرتا ہے۔ کہ میں نے فلاں فلاں لوگوں کے متعلق اطلاع دی تھی۔ کہ وہ منافقوں کیساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اور ان کو سزا نہیں دی گئی یہ شخص مجھ سے خود خواہش کر کے اور اجازت لے کر ملتا رہا جن سے ملنے کی اجازت نہیں اور خود اس نے مجھ سے یہ خواہش کی کہ اس کی کسی رپورٹ پر کارروائی نہ کی جائے۔ ورنہ اس کا راز فاش ہو جائیگا۔ میں نے اسے کہا کہ بعض اوقات کارروائی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسلئے یہ طریق اختیار کرو۔ کہ جب تم یہ سمجھو کہ فلاں بات ایسی ہے۔ جس کے متعلق تم گواہی پیش کر سکتے ہو۔ تو اسے رپورٹ میں نہ لکھنا۔ بلکہ اُسے الگ کاغذ پر لکھ کر لفافہ میں رپورٹ کیساتھ رکھ دینا اور میں وہ کاغذ امور عامہ میں بھیجدیا کرونگا مگر اب وہ یہ کہتا پھرتا ہے۔ کہ میں نے رپورٹیں کیں۔ اور کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ حالانکہ اس نے خود یہ خواہش کی تھی۔ کہ اس کی رپورٹوں پر کارروائی نہ کی جائے۔ ورنہ اسکا راز فاش ہو جائیگا۔ اگر میں اسکی رپورٹوں پر کارروائی کرتا تو وہ کہدیتا کہ وعدہ کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ لیکن اگر یہ بات نہ بھی ہوتی تو بھی یہ میرا کام ہے کہ دیکھوں کس رپورٹ پر کارروائی کرنی چاہیئے یا نہیں۔ اور کس کو سزا دینی چاہیئے یا نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عبد اللہ بن ابی بن سلول

اندرونی دشمنوں میں سے سب سے بڑا دشمن

تھا۔ واقعہ افک کے متعلق قرآن کریم نے یہ فرمایا ہے کہ وہ سب سے بڑا مجرم ہے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کوئی سزا نہیں دی اور دوسروں کو دے دی۔ سوچنا چاہیئے۔ کہ اگر میں کسی کو سزا نہیں دیتا۔ تو کیا اپنے کسی فائدہ کیلئے نہیں دیتا۔ اگر سلسلہ کے مصالح کا تقاضا ہو۔ کہ اسے سزا نہ دی جائے تو میں تو تعریف کا مستحق ہوں۔ کہ سلسلہ کے مفاد کے لئے میں اپنے جذبات کو قربان کرتا ہوں۔ اور

دینی مصالح کو ذاتی جذبات پر مقدم رکھتا ہوں

پس ایسا اعتراض کرنیوالا نادان ہے اور دین کی باتوں کو نہیں سمجھتا۔ یہ میرا حق ہے کہ دیکھوں کس کو سزا دینی چاہیئے۔ اور کس کو نہیں۔ کس کو سزا دینے میں سلسلہ کا نقصان ہے اور کس کو چھوڑ دینے سے اسکی اصلاح ہو سکتی ہے۔

واقعہ افک

کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان کو تو کوڑے لگوائے مگر عبد اللہ بن ابی جسکے متعلق قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ کہ وہ سب سے بڑا مجرم تھا۔ اور جس کے متعلق تولّٰی کبرہ فرمایا۔ اسے ایک جوتا بھی نہیں لگوایا۔ کتنے تعجب کی بات ہے۔ کہ قرآن کریم میں ایک مسئلہ ایسی وضاحت سے بیان ہو۔ اور کوئی احمدی اسے سمجھ نہ سکے۔ اللہ تعالےٰ کا سلوک بھی ایسا ہی ہے، ایک شخص کی زبان سے کوئی بات نکلتی ہے اور وہ فوراً پکڑا جاتا ہے۔ اور ایک خدا تعالیٰ کو بھی عمر بھر گالیاں دیتا ہے۔ اور اُسے کوئی گرفت نہیں ہوتی میں ایک دفعہ لکھنؤ گیا۔ وہاں ندوہ میں ایک

مولوی عبد الکریم صاحب افغان

تھے۔ انہوں نے ہمارے خلاف جلسے کئے۔ اور ایک جلسہ میں کہا۔ کہ مرزا صاحب نبی بنے پھرتے ہیں۔

اور حالت یہ ہے کہ مجھے مرزا حیرت دہلوی نے سنایا۔ کہ مرزا صاحب دلی میں آئے۔ اور مجھے علم ہوا۔ تو میں انسپکٹر پولیس بن کر اس مکان پر گیا۔ جہاں آپ ٹھیرے ہوئے تھے۔ اور نوکر سے کہا کہ مرزا صاحب کو جلدی اطلاع دو۔ کہ پولیس افسر آیا ہے۔ نوکر نے جا کر اطلاع دی۔ اور مرزا صاحب گھبراہٹ میں جلدی جلدی نیچے اترے اور آخری سیڑھی پر پہنچ کر ان کا پاؤں پھسل گیا۔ اور گر پڑے۔ یہ واقعہ سنا کر مولوی خوب ہنسا کہ ایسا شخص بھی نبی ہو سکتا ہے۔ اب یہ تمسخر تو ہے۔ مگر کیا اتنا بڑا جو مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔ لیکن دیکھ لو۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو تو اتنی بھی ٹھوکر نہیں لگی ہے۔ اور مولوی عبد الکریم تیسرے ہی دن

کوٹھے سے گرا اور مر گیا

بالکل اسی طرح جس طرح اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف غلط واقعہ منسوب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سزا دیدی۔ پس یہ تو ایسی بات ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے بھی کرتا ہے اس کے نبی بھی کرتے رہے ہیں۔ اور مجھے بھی کرنی پڑتی ہے۔ بعض اوقات میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ایسا بے حیا ہے کہ اس پر گرفت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اس کے برے نمونہ کا دوسروں پر بھی اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ سب پر اس کی حالت عیاں ہوتی ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ وہ بے حیا ہے۔ اس لئے اسے چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ مگر دوسرا وہی جرم کرتا ہے۔ تو چونکہ لوگوں کو اس سے حسن ظنی ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر اسے سزا نہ دی گئی۔ تو دوسروں پر برا اثر ہوگا۔ اسے چونکہ لوگ اچھا آدمی سمجھتے ہیں۔ وہ خیال کریں گے۔ کہ شاید یہ کام بھی اچھا ہو۔ اس لئے اسے سزا دے دی جاتی ہے یا بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ سزا سے اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ اس لئے سزا دے دی جاتی ہے۔ سزا دینے یا نہ دینے کے متعلق بیسیوں وجوہ ہو سکتے ہیں۔ کبھی اس کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ کبھی اس کے دوستوں اور رشتہ داروں کا اور سلسلہ کا۔ اور خلیفہ کا حق ہے کہ دیکھے کس موقعہ پر کیا طریق عمل اختیار کرنا مناسب ہے یہ ایسی باتیں ہیں۔ کہ ہر ایک کے متعلق ان کو ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس طرح حکمت باطل ہو جاتی ہے۔ اگر ہر ایک واقعہ کے متعلق [illegible] کیا جائے جس میں بتایا جائے۔ کہ فلاں شخص ایسا برا ہے کہ اس کی اصلاح کی کوئی صورت نہیں۔ اس لئے اسے سزا نہیں دی گئی۔ تو سزا نہ دینے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے یہ چیزیں ایسی نہیں۔ کہ عام لوگوں کو بتائی جائیں۔ اسلام نے معمولی انسان پر بھی

حسن ظنی کا حکم

دیا ہے۔ تو کیا خلیفہ ہی کا وجود ایسا ہے کہ اس پر کوئی حسن ظنی نہیں کی جا سکتی۔ لوگ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے متعلق حسن ظنی سے کام لیتے ہیں۔ بیٹوں کے متعلق حسن ظنی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا بیٹا جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تو کیا پھر بدظنی خلیفہ کے لئے ہی ہے۔ اگر کوئی شخص بیعت کی رسم ادا کرتا اور

خلیفہ کی حیثیت

کو [illegible] تو اسے خلیفہ کا حق اسے دینا پڑے گا۔ اور یہ خلیفہ کا حق ہے کہ سوائے ایسے شرعی حدود والے جرائم کے جن میں سزا دینا اس کے اختیار میں نہیں۔ باقی امور میں چاہے تو کسی کو سزا دے اور چاہے نہ دے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپ ایک دفعہ ایک شخص کے متعلق ذکر فرما رہے تھے کہ وہ بہت برا آدمی ہے۔ کہ اتنے میں وہ شخص بھی آگیا۔ آپ اس کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اپنا گدا اسے دیا۔ اور عزت سے بٹھایا جب وہ چلا گیا۔ تو حضرت عائشہ نے دریافت کیا۔ کہ یا رسول اللہ آپ بھی ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کے شر کو دور کرنے کے لئے

مصلحت کا تقاضا

یہی تھا۔ یعنی اگر اسے پتہ لگ جائے کہ مجھے اس کی برائیوں کا علم ہو چکا ہے۔ تو شرارت میں بڑھ جائے گا بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو علم ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے بھائی یا باپ کو علم ہو چکا ہے کہ وہ چور ہے تو وہ اور بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر سمجھے کہ علم نہیں تو کوشش کرتا ہے کہ چوری چھوڑ دے۔ تا ان کو پتہ نہ لگ سکے۔ اس لئے عقلمند جب اس قسم کی مصلحت دیکھیں تو دوسرے کی کمزوری کو اس پر ظاہر نہیں کرتے۔ تا وہ بے حیا نہ ہو جائے۔ پس سزا دینے میں کئی باتوں کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے اور ان حکمتوں کو اگر تم سمجھ نہیں سکتے۔ تو خواہ مخواہ اعتراض نہ کرتے رہو۔ بے شک بعض کو سزا نہیں دی جاتی۔ مگر اس میں حکمت ہوتی ہے۔ بعض اوقات اسے سزا دینے سے ایسے فتنہ کا دروازہ کھل جاتا ہے جو سلسلہ کے لئے مضر ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ مد نظر رکھنا پڑتا ہے کہ اگر اسے پتہ لگ گیا۔ کہ اس کی کمزوری ظاہر ہو چکی ہے تو وہ بے حیا ہو جائیگا کبھی سزا نہ دینے سے ہی کسی کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور کبھی دینے سے ہو سکتی ہے۔ اس لئے جیسا موقعہ مناسب ہو کیا جاتا ہے۔ اور جب تک کسی قوم کو حکومت نہ مل جائے۔ ان

مصلحتوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے

ہاں جن جرائم کی حدیں شریعت نے مقرر کر دی ہیں۔ ان کے متعلق اور صورت ہے۔ مگر ان میں بھی تمام شرائط کو جو شریعت نے رکھی ہیں۔ مد نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ایک جرم کے اثبات کے لئے شریعت نے اگر چار گواہ ضروری قرار دئیے ہیں۔ تو دو ہونے کی صورت میں سزا نہیں دی جا سکتی۔ خواہ وہ دو کتنے ہی بڑے پارسا اور نیک کیوں نہ ہوں اور جہاں دو گواہ ضروری ہیں۔ وہاں ایک کی گواہی پر سزا نہیں دی جا سکتی۔ خواہ وہ کتنا بڑا متقی کیوں نہ ہو۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں۔ کہ اتنے بڑے معتبر کی بات بھی نہیں مانی جاتی۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ سب سے بڑا معتبر خدا ہے۔ اور اس کا حکم ہے کہ اس موقعہ پر ایک معتبر کی نہ مانو۔ پس خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں اس کی بات کیسے مان لی جائے۔ پس اگر کوئی اپنے آپ کو بڑا معتبر سمجھتا ہے۔ تو وہ اپنے گھر ہوگا۔ میرے نزدیک سب سے معتبر خدا ہے۔ اور جب اس نے حکم دیا ہو۔ کہ فلاں موقعہ پر چار کی گواہی مانو۔ تو وہ خواہ سورج کی طرح روشن اور آسمان کے تارے کیوں نہ ہوں۔ میں ان کی بات کیسے مان لوں۔ اور جہاں اس نے دو کی گواہی ضروری رکھی ہے۔ وہاں ایک کی نیکی خواہ زمین و آسمان پر حاوی کیوں نہ ہو۔ میں اس کی گواہی نہیں مان سکتا پس ایسے امور کے سوا جن میں بعض شرائط کے موجود ہونے کی صورت میں شریعت نے خاص سزا مقرر کر دی ہے باقی امور میں

سزا دینا یا نہ دینا خلیفہ کا اختیار ہے

اور اگر وہ خدا تعالیٰ کے لئے یا سلسلہ کے مفاد کے لئے کسی کو چھوڑتا ہے تو اس پر اعتراض کرنے والا نادان ہے ہاں اگر میں ذاتی طور پر کسی سے ڈر کر چھوڑتا ہوں تو بھی ان کو کہنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ

میرے اوپر مجھ سے بہت بڑا حاکم ہے

جس کے سامنے مجھے جواب دینا ہوگا۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کبھی ذاتی طور پر یا کسی سے ڈر کر کسی کو نہیں چھوڑا۔ ہاں سلسلہ کے مفاد کے لئے اگر کوئی حکمت اور مصلحت سمجھوں۔ تو ان امور میں جن کی سزا شریعت نے مقرر نہیں کی۔ اور سزا دینا یا نہ دینا مجھ پر چھوڑ دیا ہے۔ بعض اوقات چھوڑ بھی دیتا ہوں لیکن امور میں شریعت نے سزا مقرر کر دی ہے۔ ان میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پورا ثبوت موجود ہو۔ اور میں نے چھوڑ دیا ہو۔ لیکن اگر کوئی یہ سمجھے کہ چونکہ ایک بات

تقسیم ٹکٹ مجلس مشاورت

مجلس مشاورت پر تشریف لانے والے نمائندگان و مہمانان کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ ٹکٹ داخلہ نمائندگان و مہمانان کی تقسیم مورخہ ۱۰ ارشہادت ۱۳۲۰ ھش کو بعد نماز ظہر تا چار بجے شام دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں کی جائیگی۔ پھر ۱۱ ارشہادت ۱۳۲۰ ھش بروز جمعہ صبح ۸ بجے سے ۱۱½ بجے تک دفتر میں اور ½۱۲ بجے سے ایک بجے تک اسٹیشن قادیان پر ٹکٹ تقسیم ہونگے

پرائیویٹ سیکرٹری خلیفۃ المسیح ثانی قادیان

تلونڈی جھنگلاں میں اراضی قابل فروخت

موضع تلونڈی جھنگلاں متصل سٹیشن وڈالہ گرنتھیاں میں پانچ گھماؤں اراضی شاملات دیہہ نہایت اعلیٰ درجہ کی قابل فروخت ہے۔ اس میں ایک کنوآں بھی ہے۔ اور ایک ہی ٹکڑہ ہے۔ قیمت مبلغ دو ہزار ایک سو روپیہ ہے۔ جو دوست خریدنا چاہیں۔ وہ مجھ سے خط و کتابت کریں۔ یہ رقم گاؤں میں ہسپتال قائم کرنے پر لگائی جائیگی۔ جو دوست خریدینگے وہ بھی ثواب میں شریک ہو کر عنداللہ ماجور ہونگے۔

نوٹ:۔ ۱۵ اپریل ۴۱ء سے پہلے پہلے بہر حال فیصلہ ہونا چاہیئے۔

خاکسار:۔ محمد رمضان انور سیکرٹری امور عامہ جماعت احمدیہ تلونڈی جھنگلاں۔

ایک بی۔ ٹی کی فوری ضرورت

پنجاب سے باہر ایک پہاڑی علاقہ میں ایک گورنمنٹ ہائی سکول کی ہیڈ ماسٹری کے واسطے ایک بی ٹی کی فوری ضرورت ہے۔ تنخواہ ۱۰۰ روپیہ فی الحال ملیگی۔ اسکے ساتھ ۳۳ فیصدی الاؤنس۔ مکان مفت سفر خرچ دورہ ۱۳۰ روپے تک ہے۔ خواہشمند احباب سرنامہ کی جگہ خالی چھوڑ کر اپنی اپنی درخواستیں مقامی امیر یا پریزیڈنٹ کی تصدیق سے جلد از جلد امور خارجیہ میں بھیجدیں۔ ناظر امور خارجیہ سلسلہ احمدیہ قادیان

بچوں کے امتحان کے نصاب میں تبدیلی

بچوں کے سہ ماہی امتحان کیلئے مقررہ نصاب کی طوالت کے متعلق شکایات موصول ہونے پر اس نصاب کو منسوخ کر کے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے پہلے ۴۸ صفحے بطور نصاب مقرر کئے جاتے ہیں۔ یہ کتاب بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان سے ۱۰ اور ۲ میں مل سکتی ہے۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے

انٹر اور تھرڈ کلاس مسافروں کی سہولت کے لئے جو رڑکی میں پیران کلیر کے میلہ میں۔ اور ہردوار میں بیساکھی کے میلے پر جائیں گے۔ لاہور سے روزانہ ایک سپیشل ٹرین ہردوار تک مندرجہ ذیل تخمینہ شدہ اوقات پر ۸ اپریل سے ۱۳ اپریل ۱۹۴۱ء تک چلائی جائیگی۔ اگر ٹریفک نے اجازت دی۔

لاہور	روانگی	۰ — ۱۷
امرتسر	آمد	۲۰ — ۱۸
	روانگی	۳۵ — ۱۸
لدھیانہ	آمد	۵۰ — ۲۱
	روانگی	۴۵ — ۲۲
انبالہ چھاؤنی	آمد	۱۲ — ۱
	روانگی	۲۷ — ۱
سہارنپور	آمد	۱۰ — ۳
	روانگی	۳۰ — ۳
رڑکی	آمد	۹ — ۴
	روانگی	۲۵ — ۴
ہردوار	آمد	۵۵ — ۶

یہ سپیشل ٹرین ان اسٹیشنوں پر ٹھہرے گی جہاں ۷۶ ڈاؤن ڈیرہ دون پسنجر ٹھہرتی ہے

(چیف اوپریٹنگ سپرنٹنڈنٹ)

ازاں واپسی ریل اور سٹرک کے مشترکہ ٹکٹ

جو

براستہ راولپنڈی یکم اپریل ۴۱ء سے

اور

براستہ جموں توی یکم مئی ۴۱ء سے

چھ ماہ کے لئے کارآمد ہونگے

لاہور سے سرینگر

	(سکیم الف) براستہ راولپنڈی یا جموں (توی) اور [illegible] ایک راستہ سے	(سکیم ب) براستہ جموں (توی) اور بانہال اور واپسی اسی راستہ
	روپے — آنے — پائی	روپے — آنے — پائی
اوّل درجہ	۸۴ — ۱۵ — ۰	۷۲ — ۱۱ — ۰
دوسرا درجہ	۵۷ — ۷ — ۰	۵۱ — ۶ — ۰
درمیانہ درجہ	۱۹ — ۱ — ۰	۱۵ — ۸ — ۰
سوم درجہ	۱۴ — ۷ — ۰	۱۲ — ۱۵ — ۰

(ان کرایوں میں چار سو میل کا سٹرک کا سفر بھی شامل ہے)

مصوّر پمفلٹ کیلئے مندرجہ ذیل پتہ پر لکھیں: **چیف کمرشل منیجر** نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور

الفضل کی توسیع اشاعت کیلئے

کوشش کرنا ہر احمدی کا فرض ہے

اگر آپ خریدار ہیں۔ تو اپنے حلقہ میں دوسروں کو خریداری کی تحریک فرمائیں۔ اگر خریدار نہیں تو خریدار بنیں

جناب نواب احسان علی خان صاحب صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس طبیہ عجائب گھر کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

”مجھے طبیہ عجائب گھر قادیان کو دیکھ کر نہایت مسرت ہوئی۔ حکیم عبدالعزیز خانصاحب اس طبیہ عجائب گھر کے مالک ہیں۔ انہوں نے نہایت محنت اور جانفشانی سے ہر قسم کی یونانی اور ویدک نادر ادویہ جمع کی ہیں اس کے علاوہ خانصاحب ہر قسم کی مرکب ادویہ تیار کرتے ہیں۔ اور ان کی تیاری میں اس بات کا خاص اہتمام رکھتے ہیں۔ کہ ہمیشہ تازہ اور اعلیٰ درجہ کی ادویہ استعمال کریں۔ ادویہ کے علاوہ مختلف قسم کے جواہرات ادویہ میں استعمال اور نمائش کی غرض سے اس طبیہ عجائب گھر میں موجود ہیں۔ تمام ادویہ کی قیمت نہایت مناسب ہے۔ اور حاجتمند لوگوں کے لئے فائدہ اٹھانیکا نہایت اچھا موقعہ ہے۔“

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

لنڈن ۸ اپریل - رائٹر کا نامہ نگار جس نے افریقہ سے برطانوی فوجوں کے ساتھ لیبیا تک سفر کیا۔ بیان کرتا ہے کہ برطانوی بیڑا ان فوجوں کو کمک پہنچاتے دلیری سے بڑھتا رہا۔ اور اس نے دشمن کے حملوں کی ذرہ پرواہ نہیں کی۔ یہ جہاز قطار در قطار چلتے رہے۔

ایتھنز ۸ اپریل - یونان کے ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ سٹرونا کی وادی میں گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے۔ یوگوسلاویہ کے متعلق سرکاری ذریعہ سے کوئی خبر نہیں ملی۔ دیگر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس کی فوجیں رومانیہ - بلغاریہ اور ہنگری میں بڑھ رہی ہیں۔ البانیہ میں ڈوٹلی کے لئے نئی مشکلات پیدا کر رہی ہیں۔ البانیہ کے ایک شہر زارا اور سکوٹری پر قبضہ کر چکی ہیں۔ سکوٹری کے علاقہ سے دس لاکھ شہریوں کو باہر نکالنے میں برطانوی موٹروں نے بہت مستعدی سے کام لیا۔

انگریزی اور یونانی فوجیں سٹرونا کی وادی میں اکٹھی ہو رہی ہیں۔ تا جرمن انہیں ایک دوسرے سے کاٹ نہ سکیں۔ مقدونیہ کے علاقہ میں جرمن طیاروں نے اشتہارات پھینکے اور بعض سپاہی بھی پیراشوٹوں سے اترے۔ مگر گرفتار کر لئے گئے۔ چھ جرمن طیارے بھی گرائے گئے۔

لنڈن ۸ اپریل - برطانیہ پر آج شب جرمن طیاروں نے کافی سرگرمی دکھائی۔ کئی گھنٹے حملے ہوتے رہے مگر ان میں سے کوئی حملہ بڑا نہ تھا۔ جنوب مشرقی سکاٹ لینڈ میں کچھ نقصان ہوا۔

لنڈن ۸ اپریل افریقہ کی اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ برین غازی کے مغرب میں برطانوی افواج کی دشمن کی فوجوں سے مڈبھیڑ ہوئی - برطانوی اور آزاد فرانس کی فوجیں ان کی سخت مزاحمت کر رہی ہیں۔ مصوع کی بندرگاہ پر بھی حملہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور اطالوی محض اس لئے دیر کر رہے ہیں۔ کہ اس بندرگاہ کو تباہ کرنے کے لئے کافی وقت مل سکے۔

لنڈن ۸ اپریل - ۳۱ مارچ کو ختم ہونے والے ہفتہ میں برطانیہ اور اتحادیوں کے جہاز غرق ہوئے۔ جن کا مجموعی وزن ۷ ہزار ٹن ہے۔ اس سے پہلے ہفتہ کا نقصان اس سے اٹھارہ ہزار ٹن کم تھا۔

لاہور ۸ اپریل سردار دسوندھا سنگھ صاحب ڈپٹی پریذیڈنٹ پنجاب اسمبلی کو سر سندر سنگھ مجیٹھیہ کی جگہ وزیر ڈویلپمنٹ مقرر کیا گیا ہے۔ ریونیو کا محکمہ سر چھوٹو رام کے سپرد رہے گا۔

قاہرہ ۷ اپریل - لیبیا میں چونکہ جرمن اور اطالوی فوجوں کا دباؤ بڑھ رہا تھا - اس لئے برطانوی فوجیں مزید دو مقامات سے پیچھے ہٹ گئی ہیں۔ ۲۵ مارچ کے بعد اب تک باقی دس ہزار اطالوی قید کئے گئے ہیں۔

لنڈن ۸ اپریل معلوم ہوا ہے کہ جنوبی علاقہ میں سرحدی افواج پیچھے ہٹ گئی ہیں۔ یہاں دشمن بہت دباؤ ڈال رہا ہے۔

لنڈن ۸ اپریل مشرقی تھریس کے علاقہ کی حالت بالکل برطانوی صومالی لینڈ کی سی ہے۔ بعض جگہ یہ صرف پندرہ میل چوڑا ہے۔ اگر جرمن فوجوں نے سالونیکا پر حملہ کیا۔ تو اسے بچانا مشکل ہوگا۔ اس لئے اس کی قسمت کا فیصلہ کسی اور جگہ ہوگا۔

لنڈن ۸ اپریل آئندہ سال کے لئے برطانیہ کے روزانہ خرچ کا اندازہ ایک کروڑ پندرہ لاکھ پونڈ کیا گیا ہے۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا یا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی